بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب جامعہ دارالسلام کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش ہے کہ گذشتہ سال گورنمنٹ آف پاکستان کی جانب سے فریضۂ حج کی ادائیگی کیلئے دولاکھ ستر ہزار روپے کی رقم مقرر ہوئی تھی، چنانچہ جن افراد کے پاس گذشتہ سال کے پیکج کے مطابق حج پر جانے کی استطاعت تھی، اور انہوں نے مقررہ رقم سرکاری اسکیم کے مطابق جمع کروائی مگر ان کا نام نہیں آیا، اور قرعہ اندازی میں نام نہ نکلنے کی وجہ سے وہ فرض حج ادا نہیں کر سکے، اب امسال گورنمنٹ کی طرف سے حج کی ادائیگی کیلئے چار لاکھ سے زیادہ کی رقم مقرر ہوئی ہے، چنانچہ گذشتہ سال میں فریضۂ حج ادا نہ کرنے والے افراد کے پاس موجودہ پیکج کی رقم موجود نہیں ہے۔ واضح ہو کہ مذکورہ افراد کے پاس گذشتہ سال پرائیویٹ اسکیم کے تحت حج کرنیکی رقم موجود نہ تھی۔

مذکورہ صورتحال میں پوچھنا یہ ہے کہ جن افراد کے پاس گذشتہ سال کا پیکج کے مطابق رقم موجود ہے، مگر موجودہ مقررہ حج پیکج کی مقدار کے برابر رقم موجود نہیں اور وہ موجودہ پیکج کی استطاعت نہیں رکھتے کیا ان کا حج کی فرضیت باقی ہے یا ختم ہوگئی ہے؟ یعنی کیا اب ان پر حج فرض ہے یا جب وہ موجودہ مقررہ حج پیکج کی رقم پر قدرت رکھیں گے تو ان پر حج فرض ہوگا؟

براہ کرم جلد جواب سے رہنمائی فرمائیں۔

والسلام

محمد عبدالرشید ۔ کراچی

(ذریعہ: جناب [illegible] مشرف صاحب)

دارالافتاء
فتوی نمبر ۸۰/۲۰۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون ملهم الصواب

واضح رہے کہ حج فرض ہونے کے لئے شرعاً استطاعت شرط ہے، اور استطاعت کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے زاد وراحلہ سے فرمائی ہے۔ زاد کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں آدمی کی ملکیت میں اپنی روزانہ کی ضروریات (حوائجِ اصلیہ) سے زائد اتنا مال موجود ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف تک آنے جانے اور وہاں دورانِ قیام اپنے مصارف پورے کرسکے اور جن اہل وعیال کا نفقہ اسکے ذمہ واجب ہے اسکا بھی واپسی تک کے لئے انتظام کر کے جاسکے۔ اور راحلہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص آفاق (یعنی میقات سے باہر) کا رہنے والا ہو تو مکہ مکرمہ آنے جانے کے لئے سواری (خواہ بطورِ ملک ہو یا بطورِ کرایہ) کا ایسا انتظام ہو کہ حج کی ادائیگی کے لئے حج کے اوقات میں مکہ مکرمہ تک پہنچ سکے۔ چنانچہ

(الف) جو شخص مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق زاد وراحلہ پر قادر ہو اس پر حج فرض ہے، ایسا شخص اگر اپنی غفلت کی وجہ سے اپنا فرض حج ادا کرنے میں تاخیر کرے اور بعد میں حج کا خرچہ بڑھ جانے یا اسکا اپنا جمع شدہ مال خرچ یا ضائع ہو جانے کی وجہ سے حج کی استطاعت نہ رہے تو اس پر سے حج ساقط نہیں ہوتا ہے، اس لئے ایسے شخص پر لازم ہے مزید مال جمع کر کے اپنا فرض حج ادا کرے اگر آخر عمر تک حج ادا نہ کرسکا تو مرنے سے پہلے وارثوں کو وصیت کردے کہ اسکے مرنے کے بعد اسکے مال سے اسکی طرف سے حج بدل کردیں۔

(ب) لیکن جو شخص مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق زاد وراحلہ پر قادر نہ ہو یا دونوں میں سے کسی ایک پر قادر نہ ہو تو اس پر نفس حج ہی فرض نہیں۔ اس لئے ایسا شخص اگلے سالوں میں جب تک مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق زاد وراحلہ پر قادر نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہے اور نہ ہی اسکی طرف سے حج کرانے کی وصیت اس پر لازم ہے۔ چنانچہ فقہاء کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ حج فرض ہونے کے لئے جہاں اوقاتِ حج میں مصارفِ حج کی ملکیت شرط ہے وہاں اسکے ساتھ امکان سیر بھی شرط ہے۔ جیساکہ علامہ شامیؒ نے لکھا کہ صاحبِ لباب نے اپنی کتاب منسکِ کبیر میں ذکر کیا کہ وقت کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ متوسط اور عام عادت کے مطابق رفتار سے حج کے وقت مکہ پہنچ سکے اگر ایسی صورت نہ ہو۔۔۔ تو حج واجب نہیں ہوگا۔ یہی بات غنیہ وغیرہ میں بھی ہے۔

فی حاشية ابن عابدين 2/ 465

تتمة ذكر صاحب اللباب في منسكه الكبير أن من الشرائط إمكان السير وهو أن يبقى وقت يمكنه الذهاب فيه إلى الحج على السير المعتادة فإن احتاج إلى أن يقطع كل يوم أو في بعض الأيام أكثر من مرحلة لا يجب الحج اه

وفی الغنية:ص ۲۲

"ويعتبر مع الوقت امكان السير وهو أن يبقي وقت يمكنه الذهاب فيه الى الحج علي السير المعتاد،فان احتاج الى أن يقطع كل يوم أو فی بعض الأيام أكثر من رحلة لا يجب الحج "

معلم الحجاج صفحہ ۱۸ میں ہے:

"وقت کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ متوسط اور معتاد رفتار کے ساتھ حج کے وقت مکہ مکرمہ پہنچ سکے، اگر روزانہ یا بعض ایام ایک منزل سے زیادہ سفر کرے تو پہنچ سکتا ہے اور حج مل سکتا ہے اور اگر ایک منزل روز چلے تو نہیں ملے گا تو حج واجب نہ ہوگا"

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

اس تمہید کے بعد سائل کے اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ سال جن حضرات کی ملکیت میں اپنی روزانہ کی ضروریات اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے زائد صرف اس قدر زائد مال تھا جس سے وہ صرف سرکاری اسکیم کے تحت ہی حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دے سکتے تھے، پرائیوٹ گروپ کے انتظام کے تحت اس قدر مال سے حج کرنا انکے لئے ممکن نہیں تھا اور حکومت نے قرعہ اندازی میں نام نہ آنے کی وجہ سے حکومتی اسکیم کے تحت حج پر لے جانے سے ان سے معذرت کرلی تھی اور یہ کہ ان حضرات نے حج فرض ہونے کے بعد اپنی طرف سے کوئی تاخیر نہیں کی بلکہ پچھلے سال ہی وہ حضرات اس قابل ہوئے تھے کہ حکومتی اسکیم کے ماتحت حج کر سکتے تھے تو اس صورت میں سفر پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات پر نفسِ حج فرض نہیں ہوا؛ کیونکہ حج فرض ہونے کے لئے جس طرح مالداری کا حج کے وقت میں ہونا شرعاً شرط ہے اسی طرح وقت کے اندر بیت اللہ تک سفر کرنے پر قادر (امکان سیر) ہونا بھی شرط ہے جو یہاں مفقود ہے۔ اس لئے امسال حج کے مصارف بڑھ جانے کی وجہ سے اگر یہ لوگ حج نہیں کر سکتے ہوں تو ان پر حج فرض نہیں۔ تاہم یہ حضرات جب کبھی بھی مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق حج ادا کرنے پر قادر ہونگے تو ان پر حج کی ادائیگی فرض ہوگی، ورنہ ان پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہے اور نہ ہی حج کرانے کی وصیت انکے ذمہ لازم ہے۔ تاہم احتیاط اس میں ہے کہ ایسے حضرات اپنے ورثہ کو حج بدل کی وصیت کردیں۔

البتہ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ سوال میں مذکور لوگوں میں سے جو حضرات ایسے ہوں جن پر پہلے ہی سے حج فرض تھا لیکن اپنی غفلت کی وجہ سے اپنے فرض حج کی ادائیگی میں تاخیر کی یا حج فرض ہوتے ہی اسکی ادائیگی کے لئے حج کی درخواست وغیرہ دیکر حج ادا کرنے کی کوشش نہیں کی یا جن حضرات کی ملکیت میں اس قدر مال موجود تھا کہ وہ حکومتی اسکیم کے بغیر کسی بھی پرائیوٹ اسکیم کے تحت بھی حج کرنے کی استطاعت رکھتے تھے مگر کسی مصلحت سے سرکاری اسکیم میں جانا چاہ رہے تھے ایسے لوگوں پر نفسِ حج فرض ہو چکا تھا اور قرعہ اندازی میں نام نہ آنے کی وجہ سے ان پر سے حج ساقط نہیں ہوا اس لئے صورتِ مسئولہ میں ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ مزید مال جمع کر کے اپنا فرض حج ادا کریں اگر آخر عمر تک حج ادا نہ کر سکیں تو وارثوں کو وصیت کردیں کہ انکے مرنے کے بعد انکے مال سے انکی طرف سے حج بدل کردیں یا کرادیں۔

فی الفتاوی الهندیة 1/ 217

ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك أو الإجارة دون الإعارة والإباحة سواء كانت الإباحة من جهة من لا منة له عليه كالوالدين والمولودين أو من غيرهم كالأجانب كذا في السراج الوهاج ولو وهب له مال ليحج به لا يجب عليه قبوله سواء كان الواهب ممن تعتبر منته كالأجانب أو لا تعتبر كالأبوين والمولودين كذا في فتح القدير وتفسير ملك الزاد والراحلة أن يكون له مال فاضل عن حاجته وهو ما سوى مسكنه ولبسه وخدمه وأثاث بيته قدر ما يبلغه إلى مكة ذاهبا وجائيا راكبا لا ماشيا وسوى ما يقضي به ديونه ويمسك لنفقة عياله ومرمة مسكنه ونحوه إلى وقت انصرافه كذا في محيط السرخسي

فی الهدایة شرح البدایة 1/ 135

ولا بد من القدرة على الزاد والراحلة وهو قدر ما يكترى به شق محمل أو رأس زاملة وقدر النفقة ذاهبا وجائيا لأنه عليه الصلاة والسلام سئل عن السبيل إليه فقال الزاد والراحلة وإن أمكنه أن يكترى عقبة فلا شئ عليه لأنهما إذا كانا يتعاقبان لم توجد الراحلة في جميع السفر ويشترط أن يكون فاضلا عن المسكن وعما لا بد منه كالخادم وأثاث البيت وثيابه لأن هذه الأشياء مشغولة بالحاجة الأصلية ويشترط أن يكون فاضلا عن نفقة عياله إلى حين عوده لأن النفقة حق مستحق للمرأة وحق العبد مقدم على حق الشرع بأمره

فی الجوهرة النيرة 2/ 75

(قوله إذا قدروا على الزاد والراحلة) يعني بطريق الملك لا بطريق الإباحة والعارية سواء كانت الإباحة من جهة من لا منة له عليه كالوالدين والمولودين أو من غيرهم وإنما تشترط الراحلة في حق من بينه وبين مكة ثلاثة أيام فصاعدا

وفی تبيين الحقائق 2/ 4 : وإن قدر أن يكتري عقبة لا غير لا يجب عليه لأنه غير قادر على الراحلة في جميع الطرق

Scanned by CamScanner

وفی بدائع الصنائع 2/ 122

وإنما فسر النبي صلى الله عليه وسلم الاستطاعة بالزاد والراحلة لكونهما من الأسباب الموصلة إلى الحج لا لاقتصار الاستطاعة عليهما ألا ترى أنه إذا كان بينه وبين مكة بحر زاخر لا سفينة ثمة أو عدو حائل يحول بينه وبين الوصول إلى البيت لايجب عليه الحج مع وجود الزاد والراحلة ——ومنها ملك الزاد والراحلة في حق النائي عن مكة والكلام فيه في موضعين أحدهما في بيان أنه من شرائط الوجوب والثاني في تفسير الزاد والراحلة. أما الأول فقد قال عامة العلماء أنه شرط فلا يجب الحج بإباحة الزاد والراحلة سواء كانت الإباحة ممن له منة على المباح له أو كانت ممن لا منة له عليه كالأب —— ولنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم فسر الإستطاعة بالزاد والراحلة جميعا فلا تثبت الاستطاعة بأحدهما وبه تبين أن القدرة على المشي لا تكفي لاستطاعة الحج ثم شرط الراحلة إنما يراعى لوجوب الحج في حق من نأى عن مكة فأما أهل مكة ومن حولهم فإن الحج يجب على القوي منهم القادر على المشي من غير راحلة لأنه لا حرج يلحقه في المشي إلى الحج كما لا يلحقه الحرج في المشي إلى الجمعة—— وأما تفسير الزاد والراحلة فهو أن يملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهبا وجائيا راكبا لا ماشيا بنفقة وسط لاإسراف فيها ولا تقتير فاضلا عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه

وفی المبسوط للسرخسي 4/ 296

والمعنى فيه: أن السنة الأولى بعد ما تمت الاستطاعة متعينة لأداء الحج بعد دخول وقت الحج فالتأخير عنه يكون تفويتا كتأخير الصوم عن شهر رمضان وتأخير الصلاة عن وقتها.بيانه: وهو أن بمضي هذا الوقت يعجز عن الأداء بيقين وقدرته على الأداء بمجيء أشهر الحج من السنة الثانية موهوم فربما لا يعيش إليها وبالموهوم لا تثبت القدرة فيبقي مضي هذا الوقت تفويتا له——————واللہ اعلم بالصواب

احقر شاہ محمد تفضل علی

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۸/جمادی الثانیہ/۱۴۴۰ قمری

۱۴/فروری / 2019 شمسی

الجواب صحیح

۱۸-۶-۱۴۴۰ھ

مفتی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۸/ جمادی الثانیہ /۱۴۴۰ قمری

۱۴/فروری/2019 شمسی

مفتی

دار الافتاء

فتویٰ نمبر ۲۰۵۰/۸۰

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفراللہ

۱۰/۶/۱۴۴۰ھ

16-02-2019

مفتی

الجواب صحیح

بندہ عبدالرؤف

۱۰-۶-۱۴۴۰ھ

مفتی

الجواب صحیح

محمد یعقوب عفی عنہ

۱۰/۶/۱۴۴۰ھ

Scanned by CamScanner